سوال

(31) نور و بشر کی حقیقت

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا جس کا نام محمد ﷺ رکھا پھر پوری مخلوق کو آپ ﷺ کے نور اور پسینہ سے پیدا کیا، آسمان، زمین، عرش و کرسی لوح و قلم وغیرہ جنت جہنم، فرشتے وغیرہ بھی اسی نور سے پیدا کیے کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ ''بینوا توجروا بالدلیل الصحیح؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

یہ مسئلہ دراصل ان لوگوں کی طرف سے گھڑا گیا ہے جو مشرکانہ خیال رکھتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کے بارے میں ان حضرات کا خیال ہے کہ آپ ﷺ انسانوں میں سے ہیں ہی نہیں، اس لیے یہ حضرات آپ ﷺ پر بشر کا اطلاق جائز نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نور ہیں اور نور کا مطلب ان کے پاس یہ ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تبارک وتعالی نے اپنی ذات مبارکہ سے تمام نور نکال کر الگ کر کے اس سے نبی ﷺ کو بنایا یعنی ان حضرات کے ہاں اللہ تعالی نعوذ باللہ کسی مادی چیز کا مجموعہ ہے جس سے کچھ نکال کر کسی دوسری چیز کو بنایا گیا مثلا مٹی کا ڈھیر ہو جس سے کچھ نکال کر کوئی چیز بنائی گئی ہو۔ اس طرح کے عقیدہ کا کفریہ عقیدہ ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا اس بدعقیدہ کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی نے اگر اپنی ذات میں سے کوئی حصہ نکالا ہے تو وہاں پر پڑنے والے خلا کو کس چیز سے بھرا یا وہ خال ویسا کا ویسا رہ گیا اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ نبی کریم ﷺ خود اللہ ہیں جس طرح اس قسم کے عقیدہ رکھنے والے اس طرح کے اشعار کہنے سے بھی نہیں ڈرتے:

جو تھا مستوی عرش پر خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفی ہو کر

اب اس سے بڑھ کر کفر یا الحاد کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول کریم ﷺ کو بعینہ اللہ بنا دیا گیا ہے یہی تو نصاری کا عقیدہ تھا وہ کہتے تھے کہ ''ان اللہ ہو المسیح ابن مریم ''یعنی عیسی بن مریم ہی تو اللہ ہیں۔ ''افسوس کے ہمارے نام نہاد مسلمان بھی نصاری کے اس عقیدہ کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ کو اللہ بنا دیا ہے جب کہ قرآن کریم نے تو تین جگہوں پر نبی کریم ﷺ کے بشر ہونے کی تصریح کی ہے۔

مثال نمبر ۱: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل: ۹۳)

''کہو کہ میرا رب پاک ہے کیا میں بشر رسول ہونے کے علاوہ اور کچھ ہوں کیا؟''

یعنی اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوں صرف بشر اور رسول ہی ہوں۔

مثال نمبر۲: قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ (الکھف: ۱۱۰)

''اے اللہ کے نبی تو لوگوں کو واضح کرکے بتادے کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ (یعنی انسان ہوں) اور میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

مثال نمبر۳: قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰۤى اِلَىَّ (حم السجدۃ:٦)

''یعنی اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کی بشریت کی واضح الفاظوں میں تصریح فرمائی ہے مگر قرآن کریم میں نور ہونے کے بارے میں ایک جگہ فی تصریح نہیں فرمائی اسی طرح قرآن کریم میں دوسری جگہوں پر قرآن کریم پر تو نور کا اطلاق ہوا ہے اور اس کی تصریح بھی ہوئی ہے:

مثال نمبر۱: فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (الاعراف: ۱۰۷)

''یعنی جن لوگوں نے نبی پر ایمان لایا اور ان کی تعظیم اور مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو وہ ساتھ لائے ہیں تو وہ لوگ کامیاب ہیں۔''

اور یہ بالکل واضح ہے کہ جو نور نبی ﷺ ساتھ لائے ہیں اس سے مراد قرآن کریم ہے:

مثال نمبر۲: فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالنُّوۡرِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلۡنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ (التغابن: ۸)

''پس تم ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس نور کے ساتھ جو ہم نے نازل کیا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

اور قرآن کریم پر نور کا اطلاق اس لیے ہے کہ جس طرح نور (یعنی روشنی) میں سب کچھ دیکھا جاسکتا ہے اسی طرح قرآن کریم سے بھی ضلالت کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکل کر ہدایت وایمان کی روشنی میں آیا جاسکتا ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہوجاتا ہے کہ ایمان کیا ہے کفر کیا ہے؟ ضلالت کیا ہے؟ ہدایت کیا ہے؟ بہر حال قرآن کریم اللہ کی کتاب قرآن پر نور کا اطلاق ہوا ہے مگر نبی ﷺ پر وضاحت کے ساتھ کسی ایک جگہ پر بھی نور کا اطلاق نہیں ہوا بلکہ ان کے بشر ہونے کی صراحت کی گئی ہے جس طرح پہلے گزر چکا ہے کچھ حضرات سورہ مائدہ کی اس آیت کریمہ:

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ (المائدہ: ۱۵)

''یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔''

ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس آیت کریمہ میں نور پر کِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ کو معطوف بنایا گیا ہے اور عطف مغایرۃ کو چاہتا ہے اس لیے کِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ اور نور دو علیحدہ چیزیں ہیں لہذا کِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ تو قرآن ہی مراد ہے لیکن نور سے مراد نبی ﷺ ہیں۔ حالانکہ ہم پہلے بھی یہ واضح کرچکے ہیں کہ قرآن کریم میں قرآن پر نور کی صراحت واضح نہیں ہے۔ لہذا بموجب قائدہ ''القرآن یفسر بعضہ بعضا'' اس آیت کریمہ میں بھی نور سے مراد قرآن عزیز ہے اور ایک چیز کی چند وصفیں صرف عطف کے ساتھ آجاتی ہیں۔ اور باقی رہی، مغایرۃ والی بات تو عطف مغایرۃ کو چاہتا ہے اور ان صفتوں میں معنوی مغایرۃ جو عطف کے لیے کافی ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم میں بھی کافی ہیں مثلا سورۃ حجر کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

الٓر تِلْکَ ءَایٰتُ الْکِتٰبِ وَقُرْءَانٍ مُّبِینٍ (الحجر:۱)

''یعنی الر، یہ آیتیں ہیں کتاب کی قرآن مبین کی۔''

اورظاہر ہے کہ کتاب اورقرآن دونوں سے مرادقرآن ہی ہے کتاب اس لیے کہا جاتا ہے کہ لکھا ہوا ہے اسی طرح سورت نمل کی بھی ابتدائی آیات میں ہے:

طسٓ تِلْکَ ءَایٰتُ الْقُرْءَانِ وَکِتَابٍ مُّبِینٍ (النمل:۱)

ان دونوں آیات کے درمیان واوعاطفہ ہے مگرمراد ایک ہی چیز ہے یعنی قرآن کریم کیونکہ قرآن اورکتاب میں جو معنوی مغایرۃ ہے وہی عطف کےلیے کافی ہے۔اسی طرح سورۃالاحزاب میں نبی ﷺ کی چند وصفیں بیان ہوئیں ہیں۔جیسے:

یٰٓأَیُّہَا النَّبِیُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰکَ شٰہِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا ﴿۴۵﴾ وَدَاعِیًا إِلَی اللَّہِ بِإِذْنِہِ وَسِرَاجًا مُّنِیرًا ﴿الاحزاب:۴۵'۴۶﴾

قارئین کرام!غورکریں!یہاں پرنبی ﷺ کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں۔شاہد،بشر،نذیر،داعی الی اللہ،سراجا،منیرااوریہ تمام وصف عطف کےساتھ آئیں ہیں لیکن یہاں پر یہ کہنا کہ بشراورنذیرکوئی الگ الگ ہستیاں ہیں کیونکہ واوعاطفہ مغایرۃ کوچاہتا ہے توکیااس طرح کہنا درست ہوگاہرگزہرگزنہیں۔کیونکہ شاہد،بشر،نذیروغیرہاکے معنی میں کچھ مغایرۃ ہے جوکہ عطف کوبنانے کےلیے کافی ہے خلاصہ کہ ان صاحبوں نے جوواوعطف کی مغایرۃ کابت کھڑاکیا تھاوہ حق آنے کے بعد سرنگوں ہوگیا۔

(جاء الحق وزہق الباطل)

اب مطلب یہ ہواکہ سورۃالمائدہ میں نورسے مراد بھی قرآن کریم ہے جس طرح آیات میں قرآن کااطلاق ہے اورنورکہنے کی وجہ شبہ بھی ہم نے بیان کردی ہے اوروہ آیات بھی بیان فرمادیں جن میں نبی ﷺ کے بشرہونے کی صراحت موجودہے۔سورۃکہف اورحم سجدہ والی آیات قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ والی آیت کے بارے میں مشرکانہ خیالات رکھنے والے حضرات ایسی مجلسوں میں جن میں کوئی عربی کاجاننے والایاماہر نہیں ہوتاوہاں اپنے تجاہل عارفانہ کوعملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہوئے سادہ لوہ مسلمانوں کویہ کہہ کرگمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ وہابی حضرات آپ کواس آیت کاغلط مطلب بتاتے ہیں کیونکہ إِنَّمَآ میں (ان کے کہنے کے مطابق)مَانافیہ ہے اوراس کامطلب یہ ہے کہ نہیں ہوں میں آپ جیسا انسان لیکن بھائی!یہ وہابی حضرات اللہ کے کلام میں بھی اپنے مطلب کی معانی نکالتے ہیں اورلوگوں کوحق سے دورکرتے ہیں۔درحقیقت اس جگہ یااس جیسی دوسری جگہوں پر''إِنَّمَآ''کاکلمہ حصرکاہے جس کی صحیح معنی یہاں پریہ ہوگاکہ میں صرف تمہاری طرح انسان ہوں۔لیکن ان لوگوں نے توعربی کے قوانین کونظرانداز کردیااورصرف عوام کودھوکہ دینے کےلیے اللہ کے کلام میں تحری کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔علامہ ابن ہشام انصاری اپنی مایہ نازکتاب مغنی اللبیب کی جلد۲صفحہ۹پر لکھتے ہیں:

((ولیث ماللنفی لمں ہی بمنزلتہا فی اخواتہا لیمتا ولعلما ولکنا وکانما_))

''یعنی ان کے ساتھ جو''ما''زائدہ یاکافہ آتی ہے وہ نفی کےلیے نہیں ہے بلکہ وہ اپنی دوسری اخوات کی طرف آتی ہے۔(یعنی جس طرح ان حروف میں مازائدہ کافۃ ہے اسی طرح إِنَّ وَأَنَّ کے ساتھ بھی جوماہے وہ بھی زائدہ ہے نہ کہ نافیہ)لہٰذاجوإِنَّ مشبہ بالفعل ہے وہ''ما''نافیہ پرداخل نہیں ہوتی یعنی إِنَّ کواپنے عمل سے روکتی ہے اور''ما''اور''الا''حصرکی معنی پیداکرتے ہیں یاإِنَّ کے بعدآنے والی ماموصولہ ہوتی ہے اورموصولہ اسم ہوتاہے اس صورت میں''ما''موصولہ ان کااسم بن جائےگی لیکن اگران حضرات کےکہنے کے مطابق''ما''کونافیہ بنایا جائے تویہ''ما''صرفی ہوگی پھراسم میں اس کااسم یامسندالیہ بننےکی لیاقت ہی نہیں رہےگی کیونکہ حرف نہ مسند بن سکتاہے اورنہ ہی مسندالیہ لہٰذااس سورت میں إِنَّ کااسم کس چیزکوبنایاجائے۔''ما''اگرنافیہ بنائی جائےگی تو''ما''''إِنَّ''کااسم بنےگی اور

''بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ''اس کی خبربنےگی پھربتائیں کہ مااسم اورخبرسے مل کرکیاعبارت بنےگی؟اگرکہوگے؟یہ جملہ تاویل مصدرمیں ہوکران کااسم بنےگاتواس صورت میں معنی یہ ہوگاکہ بیشک

میر آپ جیسا انسان نہ ہونے کی وصی کی جاتی ہے میری طرف۔

قارئین کرام!انصاف کریں کہ اس جملہ کے یہ معنی کیا دیوانہ کے علاوہ کوئی اور کرسکتا ہے؟ ہر گز نہیں بہر حال ایک توان ''ما''نافیہ پر عمل نہیں کرتی دوسرا کہ اگر تھوڑے سے وقت کے لیے اس کو مانا بھی جائے تو اس کے معنی ایسے غلط ہوں گے کہ اس کو صحیح کرنے کی کوئی صورت بھی نہیں بچتی، تعجب ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس طرح کی جرات کس طرح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیت کریمہ کے اندر (یُوحَىٰٓ إِلَيَّ) کے بعد پھر دوبارہ یہ الفاظ ہیں۔ (أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ) تو کیا یہ حضرات اس کے بھی معنی کریں گے کہ ''نہیں ہے تمہارا ایک اللہ''؟ اگر نہیں تو پھر اس سے پہلے والے جملہ میں اس خودساختہ معنی پر اتنی ہٹ دھرمی کیوں؟ قرآن کریم میں یہ ایک مثال نہیں ہے بلکہ تعکیب کی کتنی ہی مثالیں ہیں ہم یہاں پر چند مثالیں بیان کرتے ہیں قرآن کریم میں سورت توبہ میں ہے:

إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (التوبۃ:۲۸)

عربیت کے ان نئے مجتہدین کے مطابق اس کی معنی یہ ہوگی کہ نہیں ہیں مشرک پلید۔

سورۃ الانفال میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ الایۃ (الانفال:۲)

معنی اس کے (ان کے قاعدے) کے مطابق یہ ہوگا کہ وہ لوگ مومن نہیں ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر پر خوف کے مارے کانپ جاتے ہیں۔

إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات:۱۰)

''بیشک مومن بھائی نہیں ہیں۔''اور

قُلْ إِنَّمَا ٱلْعِلْمُ عِندَ ٱللَّهِ وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ (ملک:۲٦)

آپ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس علم ہی نہیں ہے اور نہیں ہوں میں واضح ڈرانے والا۔

بہرحال ہم نے تو یہاں چند مثالیں عرض رکھیں بلکہ قرآن کریم تو ایسی ترکیبوں سے بھرا ہوا ہے پھر یہ حضرات آخر کہاں تک اپنی خودساختہ معنی کرتے رہیں گے۔

حاصل کلام!کہ انما میں ''ما''نافیہ بنانے کی وجہ سے جو مفاسد پیدا ہوں گے ان کا کوئی حل نہیں ہے اور معاذاللہ قرآن جیسی کتاب مہمل بن جاتی ہے۔ قارئین کی آسانی کی بنا پر ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ ان کے بعد آنے والی ''ما''کی ہم نے دو اقسام بیان کی ہیں۔ ایک ما کافہ جو کہ اِنَّ کو عمل سے روکتی ہے اگر اِنَّ کے ساتھ آئے گی تو اس سے مل کر بالکل ایک حرف بن جاتی ہے یہی وجہ ہے قرآن میں یہ جہاں پر بھی آئی ہے وہاں وہ ان کے ساتھ متصل آئی ہے۔ اگر ما نافیہ ہوتی تو دونوں کو الگ الگ لکھا جاتا اور اکٹھی صورت میں انما کلمہ حصر بن جاتا ہے اور دوسری ''ما''موصولہ کی آتی ہے اس کی صورت اس طرح ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ آتی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ سورت انعام میں فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا تُوعَدُونَ لَءَاتٍ (الانعام:۱۳٤)

''بے شک وہ چیز جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنی ہے۔''

اسی طرح قرآن کریم میں دوسری کئی ایک مثال دیکھی جاسکتی ہیں۔

خلاصہ کلام : ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ جب انما حصر کل کلمہ ہوتا ہے تو وہاں پر ''ان ''اور'' ما '' دونوں بالکل متصل آتے ہیں یعنی دونوں مل کر ایک کلمہ بن جاتے ہیں لیکن ما موصولہ کی صورت میں دونوں علیحدہ کتابت کی جاتی ہیں ۔ باقی رہا مسئلہ '' ما '' نافیہ کا تو اس پر ان داخل ہی نہیں ہوتا اور اس کو ما کو نافیہ قرار دینے سے عبارت کے معنی بالکل غلط بن جاتے ہیں کچھ حضرات اپنے گمراہی والے عقیدہ پر دلیل کے طور پر مصنف عبدالرزاق کی طرف منسوب وہ روایت پیش کرتے ہیں جو جابر

رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے جو اس طرح ہے :

((قال قلت یا رسول اللہ بأبی انت وامی اخبرنی ان اول شی خلق اللہ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ)) (روایت کافی لمبی ہے)

ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والدین آپ پر قربان ہوں مجھے خبر دیں سب سے پہلی چیز کے بارے میں جو سب سے پہلے اللہ نے پیدا کی آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا ۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس روایت میں صراحت ہے تمام مخلوق کی پیدائش سے قبل اللہ نے اپنے نور سے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر تمام اشیاء کو اس نور سے پیدا کیا ۔ (جس طرح آگے روایت میں بیان ہوتا ہے) افسوس اس بات پر ہے کہ یہ حضرات اپنے ضلالت سے پر عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ پر افتراء بازی سے بھی نہیں ڈرتے اور انہیں اس خوش آمدید کا بھی ڈر نہیں جو احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ :

((من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار)) ابوداود کتاب العلم باب التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث : ۳۶۵۱.

'' جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر افتراء باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے ۔ ''

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کی اصل سند بھی موجود نہیں ہے ۔ ایسی بے سند روایت کو لے کر اس سے اہم عقیدہ کے اثبات کا کام اس آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا جو خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتا ہے ۔ اعاذنا اللہ '' باقی روایت کی نسبت جو مصنف عبدالرزاق کی طرف کی جاتی ہے تو یہ درست نہیں ہے مصنف عبدالرزاق مطبوعہ کامل طبع ہند الحمدللہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا تتبع کر کے ہر منصب مزاج معلوم کر سکتا ہے کہ اس موضوع روایت کا اس کتاب میں نام و نشان بھی نہیں ہے پتہ نہیں ان حضرات نے اس بے سند روایت کی نسبت کس بل بوتے پر اس کتاب کی طرف کی ہے شاید ان کا یہی خیال ہوگا کہ مذکورہ کتاب نہ تو چھپ کر منظر عام پر آئے گی اور نہ ہی ہمارے افتراء کی قلعی کھلے گی مگر اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آگئی جس سے ہر آدمی کو براہ راست استفادہ کرنے کا موقع میسر ہوگیا ۔ اور اس کتاب کا ناقص قلمی نسخہ بھی ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے مگر اس میں اس روایت کا پتہ نہیں پڑتا کچھ حضرات ہمارے پاس آئے انہوں نے اس قلمی نسخہ کو آگے پیچھے کیا تا کہ وہ خود ساختہ روایت ان کو مل جائے لیکن وہ روایت نہ اس کتاب میں تھی اور نہ ہی ان کو مل سکی ۔

خلاصہ کلام کہ اس روایت کی نسبت مصنف عبدالرزاق کی طرف درست نہیں ہے دوسری کسی کتاب میں اس کی سند نہیں ہے چہ جائے کہ وہ موضوع ہو پھر ایسی بے سند روایات سے

عقیدے کا اثبات کس طرح ممکن ہے جب کہ خود کے ہاں معمولی ضعف والی روایت بھی عقائد کے باب میں مقبول نہیں ہے تو موضوع اور بے سند روایت اس باب میں کس طرح مقبول ہوگی ۔ اس سے ہر ذی عقل اور انصاف والا آدمی معلوم کر لے گا کہ اصل حقیقت کیا ہے ۔

ضمیمہ

اور اسی طرح نبی ﷺ کا اللہ تعالی کے نور سے پیدا ہونے کے بارے میں دوسری روایت موضوعہ بھی ملی ہے جو کہ حافظ ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال جلد ۱ ' صفحہ ۱٦٦ طبع جدید میں شیخ ابو نعیم اصفہان کی امالی سے اس سند سے ذکر کی ہے ۔

((حدثنا محمد بن محمد بن عمرو بن زید املاء حدثنا احمد بن یوسف المنبجی حدثنا ابو شعیب صالح بن زیاد السوسی حدثنا الہیثم بن جمیل حدثنا ابو معشر عن المقبری عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ خلقنی اللہ من نورہ وخلق ابا بکر من نوری وخلق عمر من نوری وخلق امتی من نور عمر وعمر سراج اہل الجنۃ))

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالی نے اپنے نور سے پیدا کیا پھر میرے نور سے ابو بکر کو پیدا کیا، اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا پھر پوری امت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نور سے پیدا کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوری امت کا چراغ ہے۔''

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم اس روایت کے بارے میں قرم طراز ہیں:

''کہ یہ روایت باطل ہے کتاب اللہ کے مخالف ہے اور اس میں راوی ابو معشر جس کو جھوٹا کہا ہے اور صحیحین اس کی روایت اپنی کتاب میں نہیں لائے ہیں اور دوسرا راوی ابو شعیب سوسی جو کہ متروک ہے جس کے ترک پر تمام محدثین متفق ہیں اور اسی طرح ہیثم بھی جس کی کوئی بھی روایت صحیحین میں نہیں لائی گئی ہے اس کے بعد امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس روایت موضوع کی آفت (قہر) احمد بن یوسف منبجی ہیں کیونکہ وہ غیر معروف مجہول آدمی ہے اور وہی یہ جھوٹی خبر لائے ہیں۔''

یہ حضرات اس طرح کی موضوع اور واہیہ روایت کا سہارا لیتے ہیں ورنہ ان کے دامن میں کوئی صحیح روایت ہے ہی نہیں اور ایک دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انہیں اپنی افتراء پردازیں سے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 211

محدث فتویٰ